مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

# انسانیت کے محسن اعظم

وہ مزید لکھتا ہے :۔

"جس وقت مغلوں نے دھاوا کیا تو جرمن فوجیں اور پولینڈ کی فوجیں مغلوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکیں۔ اور مغلوں نے ان کو تقریباً نیست و نابود کر دیا۔"[1]

لیکن دفعتہً معجزہ کی طرح ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے تاریخ کا رخ ہی بدل دیا اور متمدن دنیا کو اطمینان کا سانس لینے ہی کا نہیں بلکہ تمدن و تہذیب، قوت و استحکام اور ترقی و خوشحالی اور علم و فکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقعہ دیا۔ وہ یہ کہ ناقابلِ تسخیر فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دست و پا مسلمانوں کے دین کی حلقہ بگوش بن گئی۔ جو اپنی ہر قسم کی مادی و سیاسی طاقت کھو چکا تھا اور جس کے پیروؤں کو تاتاری سخت ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ (T. W. ARNOLD) اپنی مشہور کتاب "دعوتِ اسلام" PREACHING OF ISLAM میں استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان و شوکت کے خاکستر سے پھر اٹھا اور واعظینِ اسلام نے انہیں وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا مسلمان کر لیا۔"[2]

جن مخلصین نے اس خون آشام تاتاری قوم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ ان میں بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں۔ مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخ عالم کے کسی تعمیری، اصلاحی یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں۔ ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر، نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت تک رہے گا کہ انہوں نے دنیا کو وحشت بربریت اور ایک بے لقینی اور سراسیمگی کی عالمگیر کیفیت سے نکال کر نظم و انضباط، علم دوستی و علم پروری، جوہر شناسی اور فضل و کمال کی قدردانی کی فضا میں منتقل کر دیا۔ اور علم و فکر، تصنیف و تالیف، تدریس و تعلیم فن و ادب نے ایک معتدل فضا اور فضل و کمال اور محنت و جگر کاوی کی قدر کرنے والوں کے سایہ میں نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا۔

---

[1] IBID. P. 231

[2] T.W. ARNOLD THE PREACHING OF ISLAM. (LONDON - 1935) P.227

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارلائل THOMAS CARLYL نے تمام پیغمبروں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہیرو منتخب کیا تھا اور اب بیسویں صدی کے اخیر میں امریکہ کے مائکل ایچ ہارٹ (MICHAEL H. HART) نے ان لوگوں کی فہرست میں جو تاریخ عالم میں انسانیت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں، آپ ہی کا نام سر فہرست رکھا ہے[1]

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور آپ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی امت کے پوری نسل انسانی پر جو ناقابل فراموش احسانات ہیں اور اس تہذیب و تمدن کے بقا و ارتقار کے عمل میں اس کا جو عظیم الشان کردار رہا ہے اس کو ہم مختصراً دو ناقابل انکار تاریخی واقعات کی شکل میں پیش کرتے ہیں :-

تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں اچانک دنیا کے متمدن ممالک تہذیب و تمدن، علم و ثقافت، اخلاق و انسانیت اور وسیع ترین اثرات رکھنے والے دو مذہبوں اسلام اور عیسائیت، ان کے پیرووں اور ان کی قائم کی ہوئی وسیع ترقی یافتہ اور زرخیز سلطنتوں اور خود انسانیت کے مستقبل کو ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ماضی کی سب کوششوں پر پانی پھیر دینے والی، حال کے حسن و جمال اور فضل و کمال پر خط تنسیخ پھیر دینے والی اور مستقبل کے تمام روشن امکانات کو مشکوک و مبہم بنا دینے والی تھی۔ یہ نیم وحشی تاتاریوں اور منگولوں[2] کا اپنے غیر معمولی اور عبقری GENIUS قائد چنگیز خان (تموچن) کی قیادت میں متمدن مغربی و شمالی دنیا پر اچانک حملہ تھا جو ۶۱۶ھ/۱۲۱۹ء سے شروع ہوا۔ اس حملہ کی ہولناکی، ہوش ربائی اور اس کے دنیا کے پورے تہذیبی و تمدنی۔ دینی و علمی۔ عقلی و فکری تعمیری و صنعتی ورثہ کو برباد کر دینے کی صلاحیت اور اس کے آثار و امکانات کے ظاہر ہو جانے کا اندازہ ان چند اقتباسات سے ہوگا جو ہم چنگیز خان کے مستند مورخ ہیرلڈ لیمب HAROLD LAMB کی کتاب GENGHIS KHAN سے پیش کرتے ہیں۔

"اس راستہ میں جو شہر آتے اکثر حرف غلط کی طرح مٹ جاتے، دریاؤں کے رخ بدل جاتے صحرا کے صحرا سراسیمہ اور لب مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے۔ اور اس کے گزر جانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے بھیڑیوں اور کرگسوں کے سوا کوئی زندہ

---

[1] HART, MICHAEL H, THE 100 — A RANKING OF THE MOST INFLUNTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK, 1978. P 26

[2] مغربی مصنفین اور انگریزی لکھنے والے تاتاریوں کو MONGOLS کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مخلوق باقی نہ بچتی۔[۱]

عیسائی دنیا بھی چنگیز خان کی موت کے بعد منگولوں کی اگلی پشت کے مقابلہ میں اتنی ہی سراسیمہ و حیران تھی جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے۔ پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا ہزیمت کھا کے جنگ کے میدانوں سے بھاگ گئے تھے۔ اور سائی لیسیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوٹانی شہسواروں کے ساتھ لڑتا ہوا لیگ نٹز LIEGNITZ[۲] میں مارا گیا تھا۔[۳]"

"یہ ایک ایسی جنگ تھی جو حد سے متجاوز تھی۔ اس حد تک جیسی دوسری عالمگیر جنگ۔ یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتل عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا۔[۴]"

"انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ منگولوں کو روک سکیں۔ وحشت و صحرا کے تمام خطوں پر وہ غالب آئے۔ پہاڑ، سمندر، موسمی سختیاں، قحط، وبائیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہو سکا۔ کسی قسم کے خطروں کا انہیں خوف نہ تھا۔ کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی۔[۵]"

"اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن مورخوں نے ذکر کیا ہے۔ تہذیب و تمدن پر اس کا حملہ اس قدر ہولناک و تباہ کن تھا کہ نصف کرۂ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتدا کرنی پڑی۔ پریسٹر جان کی حکومت اور ختا۔ قراختائی۔ خوارزم اور اس کے مرنے کے بعد بغداد۔ روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں۔ جب یہ ناقابل شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہو جاتیں۔ حالات کی

---

۱ HAROLD LAMB, GENHIS KHAN (LONDON- 1928) P. 11.12

۲ ۱۲۴۱ء ۳ لیگ نٹز LIEGNITZ جرمنی کی مشرقی سرحد کے قریب واقع ضلع ورو کلا WROCLAW پولینڈ میں ورو کلا شہر کے قریب بستی ہے اس کا نیا نام لگنیکا (LEGNICA) ہے ۴ GENGHIS KHAN . OP. CIT. P.12

۵ GENGHIS KHAN OP. CIT. P.166 ۶ IBID, P.210

پوری رفتار چاہے وہ پہلے اچھی تھی یا بری۔ بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے بعد جو لوگ باقی بچتے ان کے درمیان عرصہ تک امن قائم رہتا۔[۲]

کیمبرج کی "تاریخ عہد وسطیٰ" کے مصنفوں نے منگولوں کے اس لرزہ خیز حملہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے چنگیز خان سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبلائی خان پر ختم ہو گیا۔ جس کے زمانہ میں مغلوں کی سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم و تفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کر دئے ایسی طاقت پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہ ہوئی۔"[۲]

چنانچہ اور اس کی دہشت ترکستان، ایران و عراق تک محدود نہ تھی۔ یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیل چکی تھی۔ جہاں ان نیم وحشی تاتاریوں کا پہنچنا ایک بعید از قیاس بات تھی۔ گبن GIBBON اپنی مشہور کتاب "تاریخ انحطاط و سقوط روما" (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھتا ہے:-

"سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی۔ ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے۔"[۳]

تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور اس کو ایک تودہ خاک بنا دیا۔ شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا۔ پھر سمرقند کو خاک سیاہ کر دیا۔ اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں کا ہوا۔ اس کا پورا امکان تھا اور یورپ کی اخلاقی حالت، سیاسی انتشار و ابتری اور معاشرہ کی وہ خرابی (جس کا ہم نے حقیقت پسند اور حقیقت نگار مغربی مصنفین کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے) اس کی دعوت دیتے تھے اور اس کے لئے فضا ہموار کرتے تھے کہ عالم اسلام کے آخری متحدہ طاقت

---

[۱] IBID. P. 206　[۲] GENGHIS KHAN, OP CIT. P. 210

[۳] EDWARD GIBBON THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE VOL III, NEW YORK N. d. P. 634

خوارزم شاہی سلطنت کو نیست ونابود کرنے اور عالم اسلام کے مرکزی آباد اور گلزار شہروں کو کھنڈر بنانے کے بعد تاتاری مسیحی مغرب کا رخ کریں۔ اور اس کا بھی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔

ایچ۔جی ولز (H. G. WELLS) کا قول ہم نقل کر چکے ہیں۔کہ

" اگر کوئی سیاسی پیشین گو ساتویں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے۔کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیر اقتدار آجائے گا"[1]

ہیرلڈ لیمب (HAROLD LAMB) لکھتا ہے۔

"چنگیز خان کی جہاں آشوبی وغارت گری نے تمدن کو ایسا سخت صدمہ پہنچایا کہ نصف دنیا میں تہذیب وشائستگی کو مر کر از سر نو جنم لینا پڑا۔ خوارزم کی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دنوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مٹ گئیں"[2]

چنگیز خان کی سلطنت اس کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار شاخوں میں بٹ گئی تھی۔ان چاروں شاخوں میں اسلام کی اشاعت تیزی کے ساتھ شروع ہو گئی۔ اور تاتاری خاقان اور ان کی دعوت وتبلیغ واثر سے تاتاری قوم مسلمان ہو گئی[3]

اسلام کی اس اشاعت کا فرض انجام دینے والوں اور ان بزرگوں اور کار پردازان حکومت کے واقعات کا جن کی اخلاقی بلندی۔ دل آویزی۔ ذاتی کردار اور خلوص وروحانیت کے اثر سے یہ خون آشام اور جنگجو تاتاری اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔آج بھی دلوں کو تڑپاتے اور روحوں کو گرما دیتے ہیں[4]

تاتاری من حیث القوم نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان میں بڑے بڑے مجاہد، بڑے بڑے عالم اور فقیہہ

---

[1] A SHORT HISTORY OF THE WORLD. OP. CIT. P. 144

[2] GENGHIS KHAN, OP. CIT. P. 206

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون نگار کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" حصہ اول ص ۳۲۲-۳۳۴ بعنوان "تاتاریوں میں اشاعت اسلام"

[4] ان کے بعض نمونے پروفیسر آرنلڈ کی کتاب PREACHING OF ISLAM اور صاحب مقالہ کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اور بڑے بڑے باخدا درویش پیدا ہوئے۔ ان میں متعدد مصنف اور دانشور اور ادیب و شاعر ہوئے۔

"تاتاریوں کا قبولِ اسلام جس سے ان کا مزاج، ذوق و رجحان اور انسانیت و تمدن کے بارے میں نقطۂ نظر بدلا صرف اسلامی مشرق پر ہی احسان نہیں ہے۔ بلکہ مسیحی مغرب اور ہندوستان کے برِ اعظم SUBCOTINENT پر بھی احسانِ عظیم ہے جس پر اسی ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں انہوں نے بیس تیس بار حملے کئے مگر ترکی النسل مسلمان سلاطین نے جن میں سلطان علاؤ الدین خلجی (م ۷۱۶ھ ۱۳۱۶ء) اس کا فوجی قائد الملک الغازی غیاث الدین تغلق شاہ (م ۷۲۵ھ۔ ۱۳۲۴ء) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہر بار ان کو پسپا کر دیا۔ اور اس طرح یہ قدیم زرخیز ملک اور اس کا تہذیبی و علمی ورثہ اور خود وہاں کے دو بڑے مذاہب اسلام اور ہندو مذہب (اپنی ساری شاخوں کے ساتھ) تاتاریوں کی غارت گری سے محفوظ رہے۔

عالمِ انسانیت اور بالخصوص مغرب پر (جس کو مستقبل قریب میں اہم اور انقلاب انگیز علمی اکتشافات، ایجادات و اختراعات اور زندگی اور باہمی واقفیت کو سہل بنانے والے وسائل و آلات کا دریافت کرنے والا، اور دنیا کے دسترس میں دینے والا ملک بننا تھا) امتِ مسلمہ کا کارنامہ اور احسان تھا۔

اس کے بالمقابل اس کا ایک دوسرا کارنامہ یورپ کو علم و فکر کے نئے سرچشموں سے نہ صرف متعارف کرنا بلکہ ان سے مستفید کرنا تھا۔ جس نے یورپ کی قرونِ مظلمہ (DARK AGES) میں اس کو نئی روشنی دکھائی اور اس نشاۃ ثانیہ کے لئے راہ ہموار کی۔ جس نے نہ صرف یورپ کی دنیا بدل دی بلکہ پوری دنیا کو نئے حقائق و معلومات سے آشنا کیا

اور تجربی علم کا وہ دور شروع ہوا جس نے اس دنیا کی کایا پلٹ دی یہ اندلس (MUSLIM SPAIN) جس کے راستہ سے یورپ میں قدیم علمی ترکہ (فلسفہ و حکمت، ریاضی و طب) منتقل ہوا۔ اس نے مغرب کو جو سب سے بڑا علمی تحفہ دیا وہ حقیقت پسندی اور منطق استقرائی (INDUCTIVE LOGIC) کا تحفہ تھا اور جس نے قیاس و استخراج کی جگہ لی۔ جس نے مغرب کے طریقِ فکر ہی کو بدل دیا اور اس کے نتیجہ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو نہ صرف ترقی کرنے کا موقع ملا بلکہ حقیقت میں ان کا وجود عمل میں آیا۔ مغرب کی ساری تحقیقات، سائنس کے تجربات اور تسخیر کائنات کی جزئی و محدود کامیابیاں اور زندگی کے سفر کی مشکلات کا کسی حد تک ازالہ اسی "منطق استقرائی" کا نتیجہ ہے جس سے یورپ نا آشنا تھا اور جو اس کو آزاد خیال اور جرأت مند محققین کی تحقیق کے مطابق مسلمان اسپین کے ذریعہ حاصل ہوا مشہور فرانسیسی فاضل اور مؤرخ GUSTAVE LEBON لکھتا ہے:۔

"لوگ تجربہ اور معائنہ (منطق استقرائی) کو جدید علمی تحقیقات میں بنیاد کا درجہ دیتے ہیں FRANCIS BACON کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب

اس کا اعتراف کیا جائے کہ یہ پورا طریقہ اور نظامِ فکر عربوں کی دین ہے[1]
رابرٹ بری فالٹ (ROBERT BRIFFAULT) اپنی کتاب "تعمیر انسانیت" میں لکھتا ہے:-
"یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو اور اس کی ایسی نمایاں یادگاریں نہ ہوں جنہوں نے زندگی پر بڑا اثر نہ ڈالا ہو"[2]

دوسری جگہ لکھتا ہے:-

"صرف طبعی علوم ہی (جن میں اندلسی عربوں کا احسان مسلّم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں۔ اور اس کی ابتدا اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب اسلامی تہذیب و تمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوتی ہیں"[3]

یورپ کی دینی تاریخ اور عیسائی کلیسا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے پاپائی نظام کے مصلحین اور اس کے بانیوں پر اسلام کے ذہنی و فکری اثرات کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں:-
سولھویں صدی مسیحی میں برپا ہونے والی لوتھر (LUTHER) کی تحریک اصلاح میں بھی اسلامی تعلیمات کا انعکاس ملتا ہے جیسے کسی شیشہ میں دور کی روشنی کی شعاعیں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح قرون متوسط کی قدامت پرستی اور کلیسائی جبر کے خلاف تحریکوں سے یہ روشنی چھن چھن کر نظر آتی ہے[4]

حضرات! ان دونوں انقلاب انگیز احسانات کا اخلاقی اور انسانی تقاضہ ہے کہ ان کے حقیقی سرچشمہ کی عظمت اور احسان کا اعتراف کیا جائے اور اس کے بارے میں کسی تقریب وعنوان سے جب کبھی اظہارِ خیال کیا جائے یا اس کا علمی و تاریخی جائزہ لیا جائے تو اس میں ہم ان اخلاقی قدروں کی پابندی کریں جو ہزاروں برس سے دنیا کی مختلف قوموں، تہذیبوں اور فلسفوں میں قابلِ احترام چلی آ رہی ہیں اور اس میں ہم کبھی ثقافت و متانت، توازن و اعتدال اور انصاف و حق پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں اس کی تعلیم تمام مذہبی صحیفوں، اخلاقی تعلیمات اور بلند مرتبہ مؤرخین و ناقدین کے کردار و عمل نے دی ہے۔ اور اس پر مذاہب و اقوام ہی نہیں بلکہ علم و دانش کے تنہا وارث اور

---

[1] تمدن عرب از گستاؤلی بان ترجمہ از فرنچ شمس العلماء سید علی بلگرامی ص ۴۰۰۔ مطبوعہ اتر پردیش اردو اکیڈمی لکھنؤ ۱۹۸۵ء

[2] ROBERT BRIFFAULT. THE MAKING OF HUMANITY [3] IBID. P. 202

[4] ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مارٹن لوتھر پر مقالہ

باہم استفادہ کا عمل قائم ہے۔ اور جس کے بغیر علمی و ادبی کاوشیں اور تنقید و تبصرہ کا یادگار کام ایک سنجیدہ اور تعمیری عمل کے بجائے فحش ناول نویسی، ہزلیات اور دشنام طرازی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور اس سے وہ منفی، انتشار انگیز اور نفرت خیز نتائج رونما ہوں گے جن سے علم و ادب ہزار بار پناہ مانگتے ہیں۔ اور ان سے قوموں، ملکوں کے باہمی تعلقات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔

یہ ایک سطحی اور عامیانہ خیال ہے کہ اظہارِ خیال کی آزادی پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا فرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور جبر و استبداد کے عمل کے مترادف ہے۔ اور وہ کسی آزاد ملک کے آئین و دستور کو معطل کر دینے، یا ناقابلِ عمل بنا دینے کے ہم معنی ہے۔ اظہارِ خیال کی ایسی آزادی جو تمام اخلاقی حدود کو پار کر جائے۔ انسانیت کے جلیل القدر محسنین و معماروں اور پیشوایانِ مذاہب کے بارے میں وہ مبتذل اور سوقیانہ زبان و اسلوب اختیار کرنے پر آمادہ کرے جو ہزلیات، و طنزیات اور ناول نگاری کے لئے کسی حد تک جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس سے تاریخی حقائق و مسلمات کا خون ہو۔ اور ان قابلِ صد احترام مذہبی پیشواؤں اور پیغمبروں کے کروڑوں ماننے والوں کے دل زخمی ہوں۔ اور ملکوں اور معاشروں کے مختلف عناصر اور اجزائے ترکیبی کے تعلقات پر اثر پڑے۔ ایک ایسا مجرمانہ فعل ہے جس کی کسی مہذب، امن پسند اور "بقائے باہم" کے اصول پر عمل کرنے والے ملک پر اجازت نہیں دی جا سکتی۔ خود متعدد مغربی مفکرین اور بلند مرتبہ دانشوروں نے اظہارِ خیال کی آزادی کو غیر محدود اور غیر مقید ماننے سے انکار کیا ہے۔ اور ایسی غیر محدود آزادی کو سلب کر لینے سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہیں۔ یہاں پر صرف دو بیانات پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ایسے اقتباسات اور شہادتیں ایک مقالہ سے زیادہ ایک مستقل کتاب کی طالب ہیں۔

"سنسر شپ یا شخصی اخلاقیات کے متعلق قوانین کو شخصی آزادی پر ناقابلِ برداشت پابندی سمجھ کر احتجاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے سے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ جن آزادیوں پر یہ قوانین پابندی عائد کرتے ہیں وہ ایک بہتر (یا کسی بھی) معاشرہ میں انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہیں۔ اس کے برعکس قوانین کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضرورتیں لازمی نہیں ہیں یا یہ کہ ان ضرورتوں کا حصول ان اقدار کو قربان کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جو شخصی آزادی سے اعلیٰ تر اور انسان کی عمیق ترین ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو محض داخلی نہیں بلکہ معروضی حیثیت رکھتی ہیں۔

کسی شخص یا کچھ لوگوں کی آزادی کی حد کیا ہونا چاہئے اس موازنہ پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور دوسرے اقدار مثلاً برابری، انصاف

مسرت، تحفظ یا امن عامہ کے تقاضے کیا ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ غیر محدود نہیں ہو سکتی ہے[1]
سینیٹر بلیک اسٹون کی وہ تقریر جو امریکہ میں آزادی اظہار خیال کے قانون کی بنیاد تصور کی جاتی ہے،
اس میں اس نے کہا تھا کہ :-

"ہر آزاد شخص کو بلاشبہ یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ عوام کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے اس پر پابندی لگانا پریس کی آزادی کو ختم کرنا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسی بات چھاپتا ہے جو نامناسب، شرانگیز، یا غیر قانونی ہو تو اسے اپنی اس جسارت کی ذمہ داری قبول کرنی ہو گی۔ پریس کو محتسب کی قدغن کے ماتحت کرنا آزادی ضمیر کو ایک ایسے شخص کے ذاتی رجحان پر چھوڑنا ہو گا۔ جسے علم، مذہب اور حکومت کے اختلافی مسائل فیصلہ کن اور غلطی سے مبرا مان لیا گیا ہو۔ لیکن خطرناک اور مجرمانہ تحریریں جنہیں غیر جانبدارانہ اور منصفانہ مقدمہ کے بعد نقصان دہ سمجھا جائے اس پر سزا دینا امن و امان، حکومت اور مذہب کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ انہیں پر شہری آزادی کی بنیادیں قائم ہیں۔ اور اس طرح افراد کا ضمیر تو آزاد ہے لیکن اس کے غلط استعمال پر سزا دینا تعزیراتی قانون کا مقصد ہے"[2]

حضرات! ہم اس مضمون کو علامہ اقبال کی ایک نظم پر ختم کرتے ہیں جس سے نہ صرف کانوں کا بلکہ دلوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدیل ہو گا۔ بلکہ ان احسانات اور فتوحات کا استحضار بھی ہو جائے گا جو بعثت محمدی اور ذات رسالت پناہ سے وجود میں آئیں اور جن کی مثال مذاہب و اصلاحات کی تاریخ اور ناموران عالم کی زندگی میں نہیں ملتی ۔

اقبال کہتے ہیں :-

از دم سیراب آں امی لقب — لالہ رست از ریگ صحرائے عرب
حریت پروردۂ آغوش اوست — یعنی امروز امم از دوش اوست
او دلے در پیکر آدم نہاد — او نقاب از طلعت آدم کشاد

---

[1] ISAIH BERLIN IN MODERN POLITICAL THOUGHT (ed) WILLIAM BBENSTEIN, NEW DELHI, 1974, PP-87-88

[2] ہندوستان کا دستوری قانون جلد اول ص ۲۹۴

ہر خداوند کہن را او شکست　　　ہر کہن شاخ از نم او غنچہ بست
گرمیِ ہنگامۂ بدر و حُنین　　　حیدرؓ و صدیقؓ و فاروقؓ و حسینؓ
سطوتِ بانگ صلوات اندر نبرد　　　قراءت الصّافات اندر نبرد
تیغِ ایوبی نگاہ بایزید　　　گنجہائے ہر دو عالم را کلید
عقل و دل را مستی از یک جام مے　　　اختلاط ذکر و فکر روم و رے
علم و حکمت شرع و دیں نظم امور　　　اندرون سینہ دل ہا نا صبور
حُسن عالم سوز الحمرا و تاج　　　آنکہ از قدوسیاں گیرد خراج
ایں ہمہ یک لحظہ از اوقات اوست　　　یک تجلی از تجلیات اوست

ظاہرش ایں جلوہ ہائے دل فروز
باطنش از عارفان پنہاں ہنوز

اس اُمّی لقب نبی کی خوش انفاسی کے فیض سے صحرائے عرب کے ریگ زاروں میں گل و لالہ کی بہار آگئی۔ آزادی کا جذبہ آپ ہی کی آغوشِ مبارک کا پروردہ ہے۔ اور اس طرح گویا اقوامِ عالم کی موجودہ ترقیاں آپؐ کے عظیم الشان ماضی کا ثمر اور نتیجہ ہیں۔

انسان کے پیکرِ خاکی میں آپؐ نے دھڑکتا ہوا دل رکھ دیا اور صحیح معنوں میں انسان کی صلاحیتوں کا پردہ اٹھایا اور اس کے جوہرِ ذاتی کو آشکار کیا۔

آپ نے تمام ہی خدایانِ کہن کو شکست فاش دی اور آپ کے فیض سے مرجھائی ہوئی شاخوں پر برگ و بار آنے لگے۔

بدر و حنین کی گرمیِ ہنگامہ آپ ہی کے جوش و خروش کے دم سے تھی اور حضرت صدیقؓ و فاروقؓ، حیدر کرارؓ اور شہید عالی مقام حضرت حسینؓ کی انقلابی شخصیتیں آپؐ ہی کی ہمہ صفت ذات کی تجلیاں تھیں۔

حالتِ جنگ میں بلند ہونے والی اذان کی سطوت و ہیبت اور تلاوت الصّافات کی لذت و حلاوت آپؐ ہی کی دی ہوئی ہے۔

صلاح الدین ایوبی کی شمشیر آبدار اور بایزید بسطامی کی نگاہ حقیقت بین دو عالم کے خزانوں کی کلید ثابت ہوئیں۔

ساقیِ کوثر کے جام سے عقل و دل دونوں ہی مست و سرشار ہو گئے۔ اور آپؐ کی تربیت گاہ میں رومی

کا ذکر اور رازی کی فکر فلک پیما ہم آہنگ ہوگئی۔

علم و حکمت، دین و شریعت، انتظام سلطنت اور دنیا کے اندر پھیلی ہوئی روحانی طلب و تلاش اور سینوں دردوں کی بے قراری۔

الحمرا اور تاج محل کا وہ حسن عالم سوز و دل افروز جو فرشتوں سے بھی خراجِ عقیدت لے لیتا ہے۔

یہ سب کارنامے آپؐ کے اوقات عزیز و گراں مایہ کے ایک مختصر لمحے اور آپ کی بے شمار تجلیات میں سے ایک تجلی اور ایک جھلک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کے فیض ظاہری کے اثرات ان جلوہ ہائے دل فروز کی شکل میں تو ظاہر ہوگئے۔ لیکن آپؐ کے وجود مبارک کا باطنی پہلو عارفانِ کامل کی نگاہ سے اب بھی پوشیدہ ہے۔ (بشکریہ تعمیرِ حیات لکھنؤ)

مؤتمر المصنفین کا سلسلۂ مطبوعات (۲۰)

# خطباتِ حقانیؒ (حصہ اوّل)

افادات

**مولانا عبد القیوم حقانی**

رفیق مؤتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ

پیش لفظ

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ

تعمیرِ انسانیت، دعوت و تبلیغ، زہد و قناعت، وجودِ ربِ کائنات، فتنہ انکارِ خدا، سرمایہ داری اور اشتراکیت، جہادِ افغانستان، کمیونسٹوں کے بے پناہ مظالم، کمیونزم کی اجمالی تاریخ، دو کردار اور دو ڈھکوسلے اور کئی ایک دیگر اہم عنوانات پر مؤثر خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ سب کے لیے فکر و مطالعہ، غور و تدبر کا سامان، نیک اعمال اور اصلاحِ انقلابِ اُمت کی پرخلوص دعوت

ضبط و ترتیب: مولانا قاری محمد رمضان

**مؤتمر المصنفین**

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

قیمت:- ۱۸ روپے

اپنی جہاز راں کمپنی

# پی این ایس سی

کے

# جہاز

سے مال بھیجئے

## بروقت - محفوظ - باکفایت

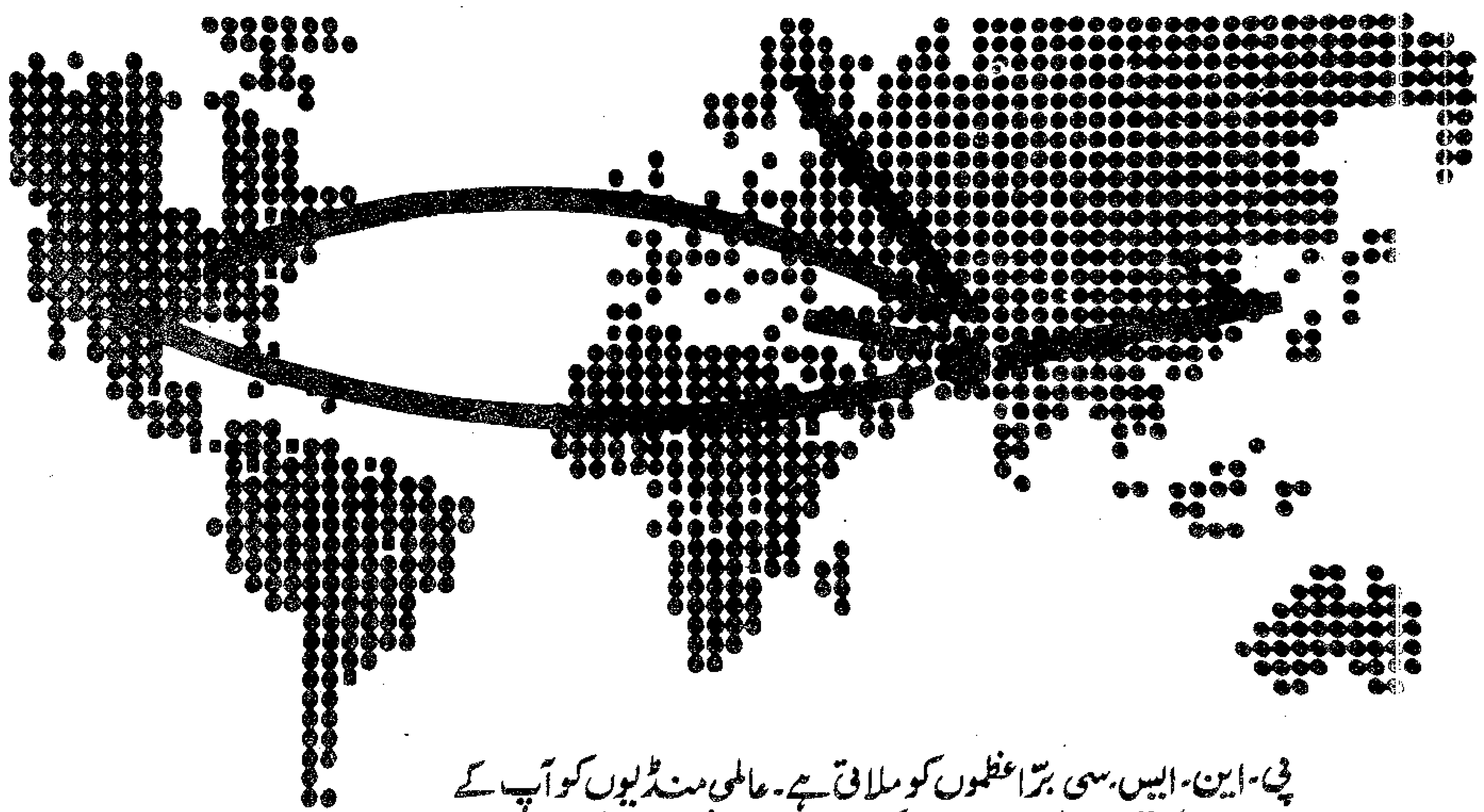

پی-این-ایس-سی براعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے
قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل
برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی-این-ایس-سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل
جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

**قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے**

**پاکستان نیشنل**
**شپنگ کارپوریشن**
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

PARAGON/A

# محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

# بندرگاہ کراچی

# جہازرانوں کی جنّت

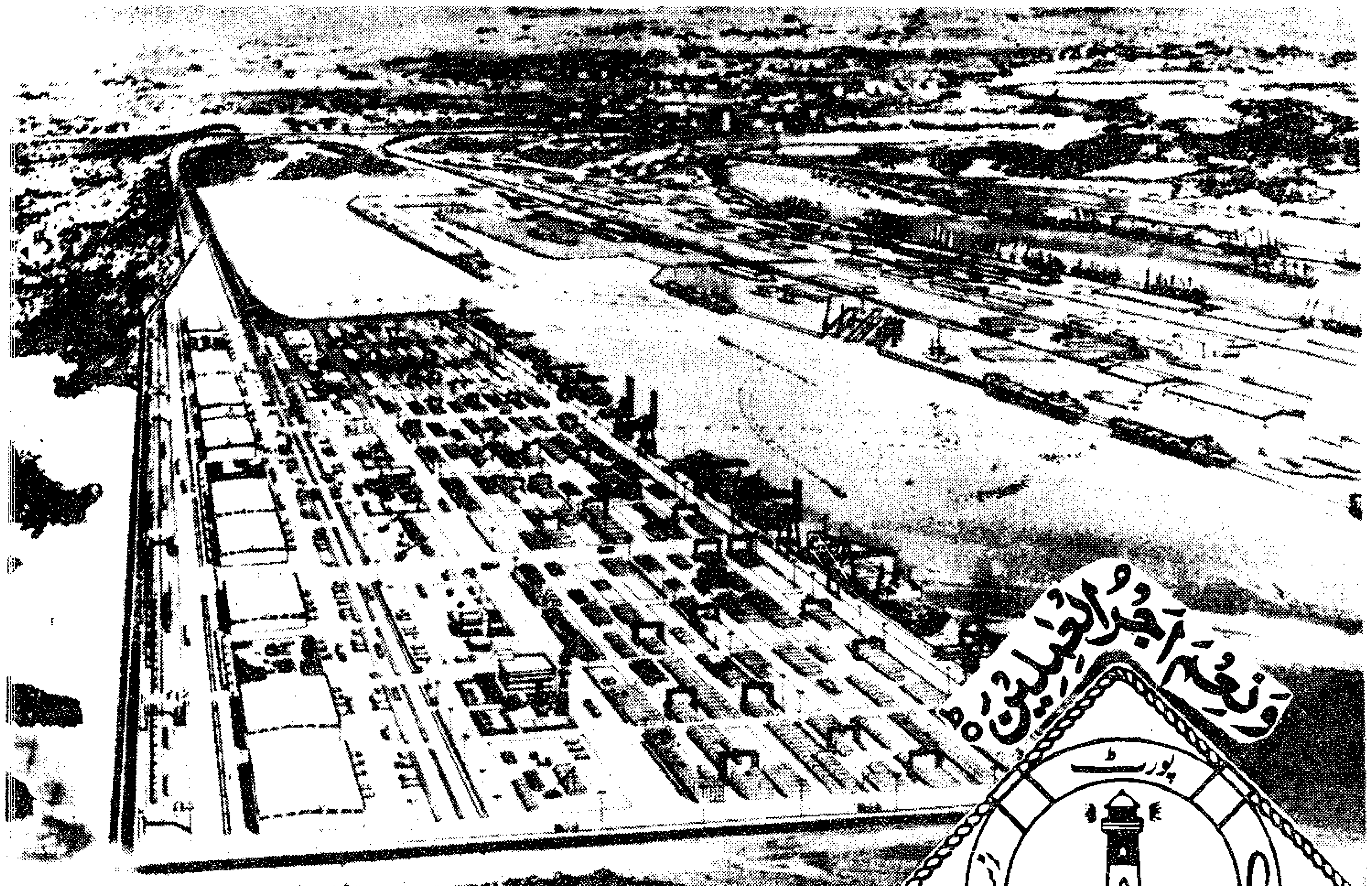

ونعم اجر العاملین

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

## ۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں